ساجد جاوید

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد

بولی اور زبان: افتراق، وظائف اور حدود

Sajid Javed

PhD scholar, NUML, Islamabad

Dialect and Language: Differences and Scope

Language, a medium to communicate, basically depends upon listening and speaking skills to convey a message. Linguists have different theories regarding origins of a language. Some of them think that Dialects combine to construct a language, while some of them are of the view that a language splits up to form different dialects. The article attempts to explain the differences between a dialect and a language and their scope and limits.

علم لسانیات میں ''زبان (language)'' بولی جانے والی آوازوں کے اس ذریعے (medium) کو کہا جاتا ہے جس کے استعمال سے کوئی بھی فرد دوسرے فرد تک اپنے مافی الضمیر کو پہنچانے کا کام لیتا ہے۔ مافی الضمیر مختلف شکلوں میں ہوسکتا ہے لیکن بنیادی طور پر زبان کے میڈیم کا کام افراد کے مابین نطقی و سمعی (گویائی اور سماعتی) تعلق پیدا کرتا ہے۔ دنیا کی پہلی زبان یا بولی کون سی تھی؟ پہلا انسان کون تھا؟ ان مباحث کے بارے میں تاریخی لسانیات (historical linguistics) خاموش ہے۔ البتہ لسانیات کے اصول ہمیں قیاسی طور پر یہ بتاتے ہیں کہ روئے زمین پر انسانوں کا شروع دور کا گروہ کوئی زبان (جیسا کہ آج زبان بولی جاتی ہے) نہیں بولتا تھا۔ اُن کو اپنے مطلب و مقصد کے لیے اشاروں کی زبان یا حرکات و سکنات والی بولی سے کام چلانا پڑتا ہوگا جو کسی خاص یا ایک ہی محدود خطے تک ہی ان کے کام آ پاتے۔ ضروری نہیں تھا کہ ان کے اشارے عالمگیر ہوتے ہوں اور دوسرے قبائل یا افراد بھی ان کو ویسے ہی ٹھیک سمجھ پاتے ہوں۔ رفتہ رفتہ منہ سے نکلنے والی بے معنی و بے ربط آوازوں میں حلق سے لے کر زبان، ہونٹوں اور دانتوں کی رکاوٹوں نے "ہاؤ ہو" آوازوں کو کوئی مختلف شکل دے ڈالی اور یوں لفظ لفظ کی صورت زبان یا بولی وجود پانے لگی۔ انسان کی ایجاد جب اس کے لیے آسانیاں دینے لگی تو پھر انسان نے چھوٹے چھوٹے جملے بولنا چاہے اور یوں بولی یا زبان کی اختراع آگے بڑھنا شروع ہوئی۔

بولی اور زبان کا تعلق

زبان کے آغاز سے متعلق کوئی تحقیق یا بات کرنے سے قبل یہ دیکھا جانا بہت ضروری ہے کہ زبان اور بولی کے درمیان کیا تعلق ہے۔ بولی اور زبان کے رشتے سے مراد اُن حدود اور افتراقات کو دیکھا جانا مقصود ہے جو کسی زبان کو بولی سے اور بولی کو زبان سے ممتاز کرتی ہیں۔ دنیا کی پہلی زبان کونسی تھی' اس کے متعلق حتمی بات کہنا دیوانے کے خواب سے زیادہ نہیں۔ لیکن اس پہلی زبان کے بارے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ وہ زبان اول اول کوئی بولی تھی جو لسانی استقلال کو پہنچتے پہنچتے زبان کے درجے پر فائز ہوئی۔ لسانیات کے اصولوں کے تحت سب سے پہلی بولی وجود میں آتی ہے۔ اس بارے میں گیان چند کا کہنا ہے کہ

> ایک بحث ہے کہ زبان اور بولیوں کا تاریخی رشتہ کیا ہے۔ کیا امتداد زمانہ کے ساتھ ایک زبان بٹ کر بولیوں میں تقسیم ہوگئی یا مختلف بولیاں مل جل کر زبانیں بن گئیں۔ یعنی بولیاں پہلے آئیں یا زبان؟ اینان اور میکس مُولر کا خیال ہے کہ زبان کا فطری ارتقاء اشارے اتحاد کی طرف ہے۔ ابتدا میں انسانی بولیاں متعدد ٹکڑوں میں بٹی ہوئی تھیں۔ میل جول کے ساتھ اختلافات کم ہوتے گئے اور وہ ایک زبان کی شکل میں گُھ گئیں۔۔۔ امریکی ماہر لسانیات وہٹنے اس نظریے سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس کی رائے ہے کہ زبان پہلے آئی اور وہ آہستہ آہستہ بولیوں میں تقسیم ہوگئی۔ کچھ اور عرصے بعد یہ بولیاں خود زبان کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں اور ان سے پھر بولیاں پیدا ہوتی ہیں۔(۱)

بولی (Dialect) لفظ کا مفہوم بولی جانے والی متواتر آوازوں کے سلسلے پر لاگو ہوتا ہے۔ یعنی ایسی تقریر' الفاظ' جملے جو انسان کو ابلاغ کے لیے ضرورت بن کر پیش آئے۔ دنیا میں انسانوں کے پہلے گروہ کے بارے میں یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ بولی سے ناواقف تھے۔ یعنی انسان حیوانوں کی طرح خاموش زندگی کا عادی تھا۔ اس دور میں اسے چھوٹی موٹی ضروریات کے لیے اشاروں کی زبان (حرکات) سے بڑی حد تک مدد مل جایا کرتی تھی۔ جب انسانوں کی آبادیاں اور ضرورتیں بڑھیں تو یہ اشاروں کی زبان ناکافی سمجھی گئی تو انسان پھیپھڑوں سے واپس آنے والی ہوا کے رستے میں ''اعضائے صوت'' کی رکاوٹوں سے آوازوں (حرفوں) پر قادر ہوا جو بعد میں چھوٹے چھوٹے لفظوں میں ڈھلتے چلے گئے۔ چھوٹے چھوٹے لفظ انسان کی شروع روز کی ضروریات کی انجام دہی کے لیے بڑے معاون ثابت ہوئے، چنانچہ بولی کا عمل شروع ہوا۔ لفظ سے جملے تک کے اس سفر میں انسان کو کتنا عرصہ لگا یہ بات اہمیت نہیں رکھتی۔ چنانچہ انسان کی دوسری تمام ایجادات واختراعات سے زیادہ اہم ایجاد زبان/ بولی ٹھہری۔

بولی زبان کی ابتدائی شکل ہے۔ بولی دراصل زبان کی سیال حالت کا نام ہے جب زبان کا یہ ابتدائی روپ الفاظ' تلفظ' ذخیرہ الفاظ اور قواعدی تنوعات کی زد میں ہوتا ہے اور ان عوامل کی ٹکسال میں ڈھل کر ایک خاص حالت کو پہنچتا ہے۔ جب یہ تخلیق کے قابل ہوتا ہے۔ جب یہ روپ لسانی استقلال کو پہنچتا ہے تو اس لسانی استقلال کے تحت بڑا ادب تخلیق ہوتا ہے۔ اور یہ تخلیق بولی کو زبان کے درجے پر پہنچا دیتی ہے۔ بولی سے زبان بننے کا یہ عمل عشروں، صدیوں پر محیط ہوتا ہے۔ بولی کے زبان بن جانے کے بعد بولی ختم نہیں ہوجاتی بلکہ زبان کو خلق کرنے کے بعد زبان کے وجود میں نفوذ کر جاتی ہے اور وقت گزرنے کے

ساتھ ساتھ اس زبان کے مختلف لہجوں، مختلف علاقائی ثقافتوں، مقامی تہواروں، اشیاء کے ناموں کو اپنا کر نیا روپ لے لیتی ہے اور اس مرکزی زبان کے دھارے سے مختلف علاقوں کی وجہ سے مختلف بولیوں کا طلوع ہوتا ہے۔ بعد میں یہ بولیاں زبان کے مختلف روپوں کی صورت میں وجود میں آ جاتی ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ زبان کو زبان بننے کا جواز، مواد اور توانائی بولی سے ملتی ہے اور زبان آگے چل کر مختلف بولیوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ یہ الٹ پھر زبان اور بولیوں کے ہونے اور زندہ رہنے کا جواز بنتا ہے۔ ہم اس تمام بحث کو اس جملے میں سمیٹ سکتے ہیں کہ بولی سے ایک زبان بنتی ہے اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ یہ مرکزی زبان مختلف بولیوں میں بٹ جاتی ہے۔ یہ بولیاں زبان کو کمزور نہیں کرتیں بلکہ زبان کو مضبوطی و زندگی عطا کرتی ہیں۔ ذیل میں بولی اور زبان پر الگ مباحث سے ان کی حدود متعین کرنے میں مدد ملے گی۔

بولی (dialect)

بولی (زبان) انسان کے لیے اسی طرح ضروری ہے کہ جس طرح زندہ رہنے کے لیے ہوا اور پانی۔ بولی اور زبان کا بنیادی کام انسان کی ابلاغی ضروریات کی انجام دہی ہے۔ لیکن بولی کو زبان سے الگ کر کے دیکھا جانا مقصود ہے کہ بولی کی وہ کونسی خصوصیات ہیں جو زبان سے اسے علیحدہ کرتی ہیں۔ بولی کسی مخصوص علاقے میں بولی جانے والی زبان ایسی ذیلی شاخ ہوتی ہے جس کے بولنے والوں کو کسی قسم کی لسانی اختلاف کا احساس نہیں ہوتا۔ بولی اگر کسی زبان کے تحت ہو تو ایک اکائی کی صورت میں سامنے آتی ہے جو ضروری نہیں کہ مرکزی زبان کی طرح پورے ملک میں بولی اور سمجھی جائے لیکن یہ بولی اپنے خاص چھوٹے سے علاقے میں ضرور بولی سمجھی جاتی ہے۔ اب یہ بولی اس وقت مختلف ہو کر سامنے آئے گی جب اس بولی کے بولنے والے کسی دوسرے علاقے میں جائیں گے جہاں یہ بولی تلفظ، ذخیرہ الفاظ یا کسی اور اختلاف کے باعث نامانوس، غیر مانوس یا اجنبی محسوس ہو گی۔ بولی زبان کی ایسی خاص اور مختلف شکل ہوتی ہے جو کسی خاص علاقے تک محدود ہوتی ہے اور وہاں کے لوگوں کی ابلاغی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے۔ بولی دو آدمیوں کے مابین سمجھوتے کا نام ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ سمجھوتا پورے ملک کی آبادی کے درمیان ہو۔ بولی اور زبان میں بنیادی فرق ادائیگی کا تنوع (Speech Variety) بولی کی تعریف اور زبان کی تعریف میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔ بولی کیا ہے؟ اس بارے میں خلیل صدیقی لکھتے ہیں:

> عام طور پر بولیاں (Dialects) زبان کی بگڑی ہوئی صورتیں سمجھی جاتی ہیں۔ بعض لوگ انہیں گنوارو بھی کہہ دیتے ہیں۔ جن لوگوں کی بولی معیاری سمجھی جاتی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ جاہل اور نچلے طبقے کے لوگ صحیح تلفظ پر قادر نہیں ہوتے یا لاپروائی برتتے ہیں اور اپنے غلط سلط تلفظ سے زبان کو بگاڑ دیتے...... لیکن اگر ہم بولیوں کے منصب اور مقصد پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ ابلاغ کا وسیلہ ہوتی ہیں...... بولی اور زبان کی ماہیت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ زبان کی تعریف کا اطلاق بولی پر بھی ہوتا ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ بولی کا لسانی حلقہ زبان کے مقابلے میں چھوٹا ہوتا ہے۔ (لیکن) ملتی جلتی اور لسانی گروہ میں سمجھی جانے والی سب بولیاں ایک ہی زبان کے زمرے میں شمار ہوتی ہیں۔ (۲)

بولی کسی مخصوص علاقے میں بولی جاتی ہے۔ اس محدود خطے/علاقے میں رہنے والے افراد کے علاوہ کوئی کسی

دوسرے علاقے کا فرد اس مخصوص بولی کو سمجھ تو لیتا ہے لیکن یہ بات ضروری نہیں ہے کہ اس خاص علاقے کے لوگوں کے انداز کو ہو بہو نقل کر سکے۔ بولی پر قواعدی اصول (Grammatical Rules) کی پابندی سختی کے ساتھ لاگو نہیں ہوتی۔ بولی چونکہ دو افراد کے مابین ابلاغ کے سمجھوتے کا کام کرتی ہے اس لیے اس کا معیاری ہونا اتنا اہمیت نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ بولی بولنے والے افراد عام طور پر خود کو گریمر کی پابندیوں سے آزاد محسوس کرتے ہوئے ابلاغ کو اہم سمجھتے ہیں اور یوں بولی دو افراد کے درمیان ابلاغ کا کام انجام دیتی ہے۔ گریمر کے اصولوں سے روگردانی بولی کا نقص شمار نہیں کیا جا سکتا۔ زبان کی نسبت بولی حرف ونحو سے اغماض برت سکتی ہے۔ بولی کا اطلاق ضروری نہیں کہ دو آدمیوں کے مابین ابلاغ تک محدود کر دیا جائے' بلکہ علاقائی تقریر وتحریر پر بھی یہ اصول لاگو کیے جا سکتے ہیں۔

بولی اور زبان میں کیا فرق ہوتا ہے' اس پر لسانی تحقیق بہت حد تک واضح ہے۔ عام طور پر زبان کی ہلکی پھلکی معلومات اور شُد بُد رکھنے والے اصحاب کو موشگافیوں نے بولی اور زبان کے درمیان فرق کو ابہام میں ڈال دیا ہے۔ بولی کسی بھی زبان کا غیر ترقی یافتہ روپ ہوتا ہے جس میں کوئی بھی زبان ابھی سیال حالت میں ہوتی ہے۔ قواعدی اصولوں سے روگردانی وانحراف بولی میں پایا جاتا ہے پایا جا سکتا ہے۔ بولی کسی بھی زبان کا وہ ابتدائی روپ ہوتا ہے جس میں زبان لسانی استقلال کی طرف جا رہی ہوتی ہے۔ بولی میں تلفظ سے لے کر قواعدی اصولوں سے ہٹ جانا یوں بھی روا ہوتا ہے کہ بولی کا تعلق صرف بولے جانے سے ہوتا ہے۔ بولی کا اپنا ادب ہوتا ہے' جو ثقافت' تہذیب اور لوگوں کے ذہنی ومعاشرتی رویوں سے موضوعات لیتا ہے اور سینہ بہ سینہ آگے بڑھتا ہے۔ اس ادب کو لوک ادب کہا جاتا ہے۔ لسانیات کا خصوصی علم نہ رکھنے والے اصحاب کا خیال ہوتا ہے کہ بولی میں تحریری وادبی سرمایہ نہ ہونا طے کرتا ہے کہ ابھی بولی زبان نہیں بنی' جونہی کسی بولی میں تحریری سرمایہ (تخلیق یا تحریر) کی صورت میں مل جائے تو پھر اسے زبان کہا جائے گا۔ گیان چند جین بولی اور زبان کے فرق بارے لکھتے ہیں۔

> آج بھی ایسے معصوم نظر آجاتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ کسی بولی میں تحریری ادب وجود میں آجاتا ہے تو اسے زبان کہتے ہیں اور جس زبان میں تحریریں نہ ہوں انہیں بولی ہی کہا جائے گا۔ حالاں کہ تاریخی لسانیات سے ابتدائی واقفیت بھی یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ زبان کی حیثیت عطا کرنے میں تحریر اور ادب بالکل غیر متعلق ہیں۔ بولی ایک جُزو ہے اور زبان اس کا کل۔ جس طرح ایک وفاق کسی اکائیوں پر مشتمل ہوتا ہے اسی طرح ایک زبان بولیوں کا وفاق ہوتی ہے۔ شاذ ایسی چھوٹی زبانیں ہوتی ہیں جو محض ایک بولی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ بہرحال بولی کا تصور زبان کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ ہر بولی کسی نہ کسی زبان کے تابع ہوتی ہے۔ (۳)

جب بولی میں سیال حالت سے ٹھوس لسانی استقلال کی جانب چلتی ہے تو یہ معیاری بولی (standard dialect) بن جاتی ہے۔ علاقائی تلفظ سے ہٹ کر مرکزی تلفظ' گریمر اور ذخیرہ الفاظ جیسے عوامل اسے معیاری بولی کا درجہ عطا کرتے ہیں۔ یہ معیاری بولی رفتہ رفتہ وافراد ب کی تخلیق سے زبان کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ یہ عام جز سے ہٹ کر بولیوں کے مرکزی دھارے یعنی بولیوں کے وفاق میں شامل ہو کر مرکزی زبان کو مضبوط کرتی ہے۔ لیکن بولی زبان میں جا کر ضم نہیں ہوتی بلکہ اپنی شناخت کسی نہ کسی صورت میں برقرار رکھتی ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ زبان جتنی بڑی سلطنت میں بولی جائے گی اس میں علاقوں کی کثرت کی وجہ سے اسی انداز سے لہجوں کے اختلاف اور ورائٹی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ یہ مختلف علاقوں میں

علاقائی لہجوں، روایات، ثقافتی مظاہر اور اشیاء کے مقامی ناموں کے استعمالات سے اسی مرکزی زبان کے اندر سے بولیاں پھوٹنے لگتی ہیں۔ اب یہ الگ بات ہے کہ اگر مرکزی زبان کے اندر زیادہ توانائی ہو تو وہ بولیوں کو اپنے وفاق سے الگ نہیں ہونے دیتی۔

بولی بننے کے سلسلے میں یہ بات اہم ہے کہ اگر دو علاقوں کے رہنے والے لوگوں میں اتحاد و یگانگت اور میل ملاپ ہو تو بولیوں میں زیادہ لسانی اختلافات نہیں آتے۔ مثلاً لاہور اور فیصل آباد کی پنجابی زبان کے مقامی لہجوں میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ اسی طرح فیصل آباد، راولپنڈی کے پنجابی لہجوں میں بھی زیادہ فرق نہیں ہے اسی طرح یہ بولیاں مرکزی زبان یعنی وفاق سے جڑی رہیں گی۔ اب اگر دو علاقے جنگ کی حالت میں ہوں یا کسی اور سماجی تقاطع کی صورت میں افراد کے درمیان آنا جانا اور ملنا ملانا نہ ہو تو دونوں مقامی بولیاں ایک دوسرے سے الگ ہونا شروع ہو جائیں گی۔ اسی طرح کچھ عشروں کے بعد یہ بولیاں اپنی اپنی جگہ پر دو الگ زبانوں میں بٹنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اب اگر لدھیانہ، جالندھر اور امرتسر کی پنجابی زبانوں کو لاہور، فیصل آباد اور راولپنڈی کی زبانوں سے موازنہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ ہندوستانی پنجاب اور پاکستانی پنجاب کی زبانوں میں بہت زیادہ فرق نمودار ہو چکا ہے۔

بولیوں کی اہمیت مقامی یا علاقائی افراد میں زیادہ محسوس کی جاتی ہے۔ عام طور لوگ اپنی زبان کو میٹھی زبان اور دوسرے علاقوں کی زبانوں کو اکھڑ زبانیں کہتے ہیں۔ میٹھی زبان ہونا غیر لسانیاتی تصور ہے۔ دراصل زبان بولنے والے فطری طور پر اپنی زبان سے لگاؤ محسوس کرتے ہیں اور میٹھی بولی سے ظاہر کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ دوسرے علاقے کے لوگ اس بولی سے دلی لگاؤ محسوس نہ کریں۔ بولیوں سے جذباتی وابستگی محسوس کی جاتی ہے۔ بچہ اپنی شروع عمر میں مقامی بولی سب سے پہلے سیکھتا ہے اور اس کے لیے کسی گریمر یا اکتساب کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

بولی تبدیل ہوتے ہوتے معیاری زبان (standard language) کے دھارے میں شامل ہو جاتی ہے (یا تبدیل ہو جاتی ہے)۔ البتہ بولی کے مرکزی دھارے میں شامل ہونے کے باوجود اس بولی کو بولنے والے اپنے Accent کی وجہ سے اپنی بولی کو ظاہر کرنے میں کامیاب رہتے ہیں۔ بولی کے نام علاقوں کی نسبت سے رکھے جاتے ہیں۔ مثلاً لاہور میں لاہوری بولی، دہلی میں دہلوی، ملتان میں ملتانی، گجرات میں گجری، سندھ میں سندھی وغیرہ۔ معیاری بولی (Standard Dialect) کے ضمن میں ایک بات پیش نظر رہے کہ مذہبی اہمیت کے علاقوں کی بولی کو معیاری بولی کا درجہ مل جاتا ہے۔ مثلاً دلی کی دہلوی اور لندن کی انگریزی، ملک کی باقی بولیوں میں سے زیادہ معیاری سمجھی گئیں۔ اس طرح دارالحکومت بننے یا تبدیل ہونے سے بھی دارالحکومت اور ملحقہ بولیاں ترقی پا کر خاص اہمیت اختیار کر جاتی ہیں۔ مثلاً جب آگرہ ہندوستان کا دارالحکومت تھا تو برج بھاشا معیاری تھی۔ جب شاہجہاں نے دلی کو مرکز بنایا تو برج کی بجائے کھڑی بولی معیاری قرار پائی۔

بولی کا اہم کام ابلاغ ہے ابلاغ کے لیے بولی کو ہر طریقہ بیان استعمال کرنے کی آزادی ہوتی ہے۔ بولی میں ذخیرۂ الفاظ عموماً کم ہوتا ہے اس وجہ سے ابلاغ کو ہر ممکن طریقے سے ممکن بنایا جاتا ہے۔ بولی میں تخلیقی استعداد کی کمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے لوک ادب تھوڑا بہت تو تخلیق ہو جاتا ہے لیکن اتنے کم سرمایے میں کوئی بڑا فن پارہ تخلیق نہیں ہو پاتا۔ پراکرتوں میں سے جب تک سنسکرت نمودار نہیں ہوئی تھی اس وقت تک ''مہابھارت'' جیسا شاہکار نہیں لکھا جا سکا تھا۔

زبان(Language)

زبان انسانی زندگی میں لازمی نہیں لیکن ضروری ہے۔ایک وقت تھا کہ جب بنی آدم کو زبان اختیار کرنے یا نہ کرنے کی آزادی تھی کہ اس شروع دور کے انسان کا کام زبان کے بغیر چل جاتا تھا لیکن آج زبان انسانی زندگی کے لیے ہوا اور پانی کی طرح لازمی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔زبان بولی کا ترقی یافتہ روپ ہوتا ہے۔بولی جب کسی ٹھوس روپ اور لسانی استقلال کو پہنچتی ہے تو زبان کا درجہ اختیار کرنا شروع کر دیتی ہے۔یہ بات کو ہم ایک مثال سے یوں واضح کر سکتے ہیں کہ ۱۵۰۰ ق۔م کے قریب آریا لوگوں کے ہندوستان حکمرانی کے وقت سنسکرت' مقامی پراکرتوں سے ترقی پا کر علیحدہ ہوئی اور بولی قرار پائی۔ بعد میں جب اسکا ذخیرۂ الفاظ اور لب ولہجہ معتبر قرار پایا اور لسانی استقلال ملا تو یہ بولی کلاسیکی سنسکرت اور ویدک سنسکرت میں تبدیل ہو گئی۔اول الذکر میں مہا بھارت' رامائن وغیرہ تخلیق کیے گئے اور مؤخر الذکر میں وید مقدس لکھے گئے۔ یوں ایک بولی کچھ صدیوں میں اتنی توانا ہو گئی کہ اس میں دنیا کی بڑی زبان بننے کی صلاحیت پیدا ہوئی۔ یہ ایک مثال بولی سے زبان میں تبدیل ہونے کے مرحلے کو بخوبی بیان کرتی ہے۔

دنیا کی سب سے پہلی زبان کون سی تھی جو بعد میں اُم الالسنہ قرار پائی، جس سے باقی زبانیں پیدا ہوئی؟ یہ راز تحقیق کی منزلوں سے کوسوں دور ہے اور شاید اس ضمن میں قیاسات سے زیادہ کامیابی نہ مل سکے البتہ زبان کیا ہوتی ہے اور کیسے معرض وجود میں آتی ہے' اس سلسلے میں لسانیاتی سائنس (linguistics) ہماری رہنمائی کرتی ہے۔زبان کی بدولت انسان کو نطق کی صلاحیت کا پتہ شعور ملا۔زبان ہی کی بدولت انسان کو''حیوانِ ناطق'' کہا جاتا ہے یعنی انسان ایسا حیوان ہے جو ساتھی انسانوں سے زبان کی مدد سے بات چیت کر سکتا ہے اور اپنا مافی الضمیر بیان کر سکتا ہے۔شروع دور میں زبان کی ابتدا کے بارے میں مذہبی نقطۂ نظر سامنے آیا، جس کے تحت باقی مظاہر فطرت کی پیدائش کی طرح زبان کو بھی عطیہ خداوندی سمجھا جاتا رہا اور اس بات پر مذہبی مہر لگا دی گئی کہ زبان خدا کی بنائی گئی چیز ہے۔قدیم یونان اور یہودیوں اور عیسائیوں کی مذہبی کتب کی تشریحات نے یہ نقطۂ نظر مضبوط کیا کہ زبان خدا کا عطیہ ہے۔پروفیسر خلیل صدیقی اپنے مضمون''زبان کا آغاز'' میں لکھتے ہیں۔

> قدیم ادوار میں زبان کی تخلیق فوق الفطرت یا ماورائی قوتوں سے منسوب ہوتی رہی ہے۔سقراط کی یہ رائے تھی کہ دیوتاؤں نے دنیا کی اشیاء کے موزوں نام رکھے۔نارس (Narse) دیومالا کی رو سے''اُوڈن دیوتا'' نے زبان تخلیق کی۔قدیم ہند میں''برہما'' کو بھی زبان کا خالق سمجھا جاتا رہا اور''اِندر'' دیوتا بھی۔یہودی عقیدے کی رو سے آدم نے خدا کی ہدایت کے بموجب اشیاء کے نام مقرر کیے۔مسیحی یورپ میں صدیوں تک''عہد نامہ قدیم'' کی زبان عبرانی کو آسمانی زبان ہی نہیں بلکہ ام الالسنہ بھی سمجھا جاتا رہا۔کم وبیش تمام مذاہب کی رو سے زبان' تخلیق ربانی قرار پاتی رہی۔(۴)

اوپر دیے گئے اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یونان وعرب کے علما وافراد اس بات پر بہت واضح تھے کہ زبان عطیہ خداوندی' ایجادِ خداوندی ہے۔اس الہامی تصور کو تنقید وتحقیق سے آزاد کر دیا گیا تھا اس لیے اسکالرز کو اس پر سوچنا مشکل امر تھا لیکن اس تصور میں کچھ خامیاں بھی نظر آنا شروع ہوئیں۔اس پر یہ بات بڑی شدومد سے محسوس ہوئی کہ اگر یہ عطیۂ خداوندی ہے تو ہر لحہ' تبدیلی کے عمل سے کیوں گزر رہی ہے۔ظاہری بات تھی کہ دیوتاؤں' خداؤں کی بھیجی ہوئی چیز کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا لیکن

زبان تو عشروں میں ہی لب و لہجۂ الفاظ کے رد و قبول کے عمل سے گزرتی رہی۔ اس لیے اس نقطہ نظر پر نظرِ ثانی کرنے کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ زبان وہبی ہے یا اکتسابی اس تحقیق کی وجہ یہ امر بھی بنا کہ اگر یہ عطیہ خداوندی ہوتی تو پھر اس میں تبدیلی کی گنجائش یا اجازت نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ ماہرین لسانیات نے اس نظریہ پر تحقیق کی اور زبان کی وہبی وجود کو رد کر دیا گیا۔

مشرقی دنیا کے ایک اسکالر، ابو ہاشم معتزلی نے دسویں صدی عیسوی میں یہ نظریہ دیا کہ زبان انسان کی وضع کردہ ہے۔ اور یہ کہ یہ انسان کا ایک بہترین اکتساب ہے (۵)۔ اس عہد میں یورپ کے ممالک کلیسا کے شکنجے میں اس سختی سے جکڑے ہوئے تھے کہ کسی کو یہ بات سوچنے کی جرأت نہ ہوئی یا ان اقوام کی زبان کے دینیاتی نقطہ نظر کو جھٹلانے کا خیال نہ ہوا۔ اٹھارہویں صدی عیسویں میں یورپ میں ایسے ماہرین لسان اٹھے جنہوں نے لسانیاتی اصول وضوابط کی مدد سے وہی نتیجہ اخذ کیا جو ۹سو سال پہلے ابو ہاشم معتزلی پیش کر چکے تھے۔ جرمن مفکر ہرڈر کو جدید لسانیات کے بنیاد گزاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ پہلی مرتبہ یورپ میں اس نے زبان کی پیدائش کے دینیاتی تصور کی تردید کی۔ خلیل صدیقی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> جرمن مفکر ہرڈر نے پہلی بار آغاز زبان کے دینیاتی نقطہ نظر کی تردید کی اور اپنے ایک مضمون (۱۷۷۲ء) ''زبان کا آغاز'' میں یہ رائے ظاہر کی کہ اگر زبان تخلیق ربانی ہوتی تو زیادہ منطقی اور منظم زیادہ جامع اور بلیغ ہوتی۔ انسانی زبانوں میں جو بے قاعدگی، بے ڈھنگا پن اور تشنگی ہے، وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ زبان انسان کی وضع کی گئی ہے۔ (۶)

زبان کیا ہے؟ بظاہر سیدھا اور آسان سوال لگتا ہے لیکن جب کوئی ہم سے زبان کی تعریف کرنے کو کہے تو ایک دم محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے ذہن میں سوائے اس تصور کے کہ ''زبان خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہے'' اور کوئی خاص چیز نہیں ابھرتی۔ زبان کی تعریف، حدود و قیود اور فنکشنز کا معاملہ اتنا سیدھا سادہ نہیں ہے۔ زبان انسان کی قابل فخر ایجاد اور یہ زبان کا ملکہ ہی ہے جس نے انسان کو حیوان ناطق (قوت گوئی والا حیوان) کے زمرے میں بانٹ کر باقی جانوروں سے ممتاز کر دیا ہے۔ زبان کی مختلف تعریفوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ مولانا محمد حسین آزاد سخندانِ پارس میں زبان کی تعریف کرتے ہیں۔

> زبان (خواہ بیان) ہوائی سواریاں ہیں، جن میں ہمارے خیالات و جذبات سوار ہو کر دل سے نکلتے ہیں اور کانوں کے راستے اوروں کے دماغوں میں پہنچتے ہیں۔ جس طرح تصویر اور تحریر قلم کی دستکاری ہے جو آنکھوں سے نظر آتی ہے، ٹھیک اسی طرح تقریر ہمارے خیالات و جذبات کی منہ بولتی تصویر ہے جو آواز کے قلم سے ہوا پر کھینچ جاتی ہے۔ (۷)

ڈاکٹر محی الدین قادری زور جیسے اسکالر نے بیسویں صدی کے شروع میں یورپی ممالک میں جا کر لسانیات کے موضوع پر پی ایچ۔ ڈی کی۔ وہ زبان کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

> زبان کی واضح تعریف ان الفاظ میں کی جا سکتی ہے کہ زبان انسانی خیالات اور احساسات کی پیدا کی ہوئی ان تمام عضوی اور جسمانی حرکتوں اور اشاروں کا نام ہے جن میں زیادہ تر قوت گویائی شامل ہے اور جن کو ایک دوسرا انسان سمجھ سکتا ہے اور جس وقت چاہے اپنے ارادہ سے دہرا سکتا ہے۔ (۸)

زبان دراصل علامتوں کا ایک نظام ہے۔ جب یہ علامتیں اظہار میں آتی ہیں تو بامعنی زبان میں ڈھل جاتی ہیں۔

زبان بولیوں کا وفاق ہے۔ یعنی ایک زبان بہت سی بولیوں کے اجزا پر مشتمل ہوتی ہے۔ کسی بھی بولی میں ادب کی وافر تخلیق زبان کے بنانے کی طرف اہم قدم ہوتی ہے۔ بولی اور زبان میں یہ اہم فرق ہے کہ بولی کی نسبت زبان میں تخلیقی صلاحیتوں کے اظہار کے لیے قرینے وافر ہوتے ہیں اور اصناف کی فروانی بڑی تخلیق کو مختلف سانچے فراہم کرتی ہے جس کی مدد سے شاعری یا نثر کے ذریعے تخلیق کو اظہار کا قرینہ نصیب ہوتا ہے۔ ہم زبان کی تعریف ان الفاظ میں کر سکتے ہیں کہ یہ الفاظ کا مجموعہ ہے جو ابلاغ کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ زبان کا دوسرا روپ تحریر کا ہے۔ یعنی انسانی حلق سے ادا ہونے والی مختلف آوازوں کا مخصوص املا کے سانچے میں ڈھل جانا تحریری زبان کہلاتا ہے۔

زبان بولی سے کیسے ترقی پاتی ہے۔ اس سلسلے میں ان امور کو پیش نظر رکھا جا سکتا ہے۔ کہ تبدیلیٔ الفاظ' الفاظ کا ردوقبول' تلفظ کا معیاری ہونے کی طرف رجحان' نئی زبانوں سے اختلاط اور لفظوں کا ردوقبول' تجارت' مذہب' حملہ آور کا کلچر' ٹیکنالوجی کا ملک میں وارد ہونا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جب بین الاقوامی زبانوں کا کسی ملکی بولی سے ٹکراؤ ہوتا ہے تو یہ ان امور سے متاثر ہو کر بولی ایک بھرپور زبان کے پیکر میں ڈھل جاتی ہے۔ زبان میں الفاظ' لہجہ' تلفظ' ذخیرۂ الفاظ' مفاہیم ٹھہر جاتے ہیں یعنی خاص استقلال کے درجے پر پہنچ جاتے ہیں (بولی میں میں البتہ تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں) پھر یہ زبان معیاری زبان بننے کے مرحلے کی طرف چلتی ہے اور جب کوئی بھی زبان معیاری زبان کا درجہ حاصل کر لیتی ہے تو اس میں ادب تخلیق کیا جانا شروع ہوتا ہے اور یوں یہ زبان معیاری ہو کر ملک میں جگہ بنا لیتی ہے۔

معیاری زبان (standard language)

معیاری زبان حرف، آواز، لفظ، تراکیب، گریمر (صرف ونحو) ذخیرۂ الفاظ اور تبدیلیوں کے باعث وجود میں آتی ہے۔ کسی بھی معیاری زبان کا جملہ، الفاظ، لہجہ وتلفظ کے زیروبم، ہر طرح کے تنوعات، فلسفہ، زبان کے معاشرتی وعمرانی کردار کو واضح کرتا ہے۔ ان امور کی موجودگی فیصلہ کرتی ہے کہ زبان میں راشٹری (ملکی) بننے کی صلاحیت ہے یا نہیں۔ معیاری زبان میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ ملک کے تمام علاقوں، صوبوں کے عوام کے لئے رابطے کا کام دے سکتی ہے۔ رابطے کی زبان کو lingua franka کہا جاتا ہے۔ مرکزی زبان کے اندر اتنی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ مختلف بولیوں کے حامل افراد کے درمیان رابطے کا فریضہ بخوبی انجام دیتی ہے۔ زبان کا سارا ڈھانچہ الفاظ کی وجہ سے ممکن ہو پاتا ہے۔ الفاظ اور معانی کا آپس میں ایک مضبوط رشتہ موجود ہوتا ہے۔ حرف سے لفظ اور لفظ سے معنی تک کے مرحلے کو واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر اشرف کمال لکھتے ہیں:

> الفاظ حروف کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ یہ حروف ایک اکائی کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور جب یہ اکائیاں اجتماعی طور پر اشتراک عمل سے گزرتی ہیں تو یہی بے معنی حروف مختلف زاویوں سے وقوع پذیر ہو کر ایک جہانِ معانی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ الفاظ ومعنی آپس میں ایک گہرے ربط سے جڑے ہوتے ہیں اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ الفاظ وہی رہتے ہیں لیکن معانی اپنی حیثیت بدل لیتے ہیں۔ معانی کی تبدیلی وقت' حالات اور الفاظ کو برتنے کے رویوں کی وجہ سے روبہ عمل ہوتی ہے۔ (۹)

معیاری زبان تعلیم وفن' ادب' فنونِ لطیفہ' مجلسی زبان' تہذیب وتمدن اور نظم ونسق کے کام میں لائی جاتی ہے۔

معیاری زبان ان تمام امور کی انجام دہی کے لیے وافر الفاظ' تراکیب کا ذخیرہ رکھتی ہے۔ اگر کسی دوسری زبان کا متبادل لفظ یا ترکیب زبان میں موجود نہ ہوتو زندہ زبان کی یہ خوبی ہے کہ اس کو من وعن اسی طرح قبول کر لیتی ہے۔ الفاظ کا یہ لین دین کسی بھی زبان کے لیے لسانی خوراک کی حیثیت رکھتا ہے جس کے بغیر زبان کی زندگی کا تصور محال ہے۔ سنسکرت کی مثال سامنے رکھی جاسکتی ہے۔ دنیا کی اس عظیم تر زبان کو دوسری زبانوں سے الگ تھلگ کر کے جب لسانی خوراک سے محروم کیا گیا تو یہ عظیم زبان کا دیو ہیکل بُت زمین پر آ گرا اور پاش پاش ہو گیا۔ اگر آریا قوم سنسکرت پر باقی زبانوں کے دروازے بند نہ کرتی تو ممکن ہے آج بھی سنسکرت پوری تاب وطاقت سے ہندوستان پر راج کر رہی ہوتی۔

قواعد وضوابط' صرف ونحو' تلفظ واملا کے سانچوں میں جکڑا معیار زبان کو ایک نزاکت عطا کرتا ہے اور زبان ادبی معیار پر فائز ہو جاتی ہے۔ یہ ادبی معیار تخلیقِ شعر ونثر کی رہنمائی کرتا ہے۔ اگر زبان قواعد وضابطے اور گریمر سے روگردانی کرتی ہے تو یہ بات واضح ہے کہ اس میں تخلیق کردہ ادب عظیم ادب بننے کی کسوٹی سے نیچے اتر جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ لوک ادب سے زیادہ زبان کے معیاری سانچوں میں ڈھلا ہوا ادب زیادہ اہمیت کا حامل ہو جاتا ہے۔ مرزا خلیل احمد بیگ لکھتے ہیں۔

> زبان کی لسانیاتی سطح سے قطع نظر' اس کی ایک سطح وہ ہوتی ہے جو اس کی ادبی سطح کہلاتی ہے۔ ادبی سطح پر بھی زبان کی جڑیں سماج اور تہذیب کی ہر کروٹ زبان کے وسیلے سے ادب میں منعکس ہوتی ہے۔ گویا زبان و ادب سماج اور تہذیب کا آئینہ دار ہوتا ہے۔(۱۰)

معیاری زبان کا نمونہ اگر اپنے اندر بہت زیادہ توانائی رکھتا ہو تو ضروری نہیں کہ یہ ملکی سرحدوں تک ہی محدود رہے۔ بلکہ یہ زبان سرحدوں کو عبور کر کے دوسرے علاقوں میں بھی اپنی جگہ بنا لیتی ہے۔ مثال کے طور پر ہندوستانی زبان' ہندی یا اردو زبان صرف ہندوستان تک محدود نہیں رہی بلکہ اس وقت مجموعی طور پر یہ زبان پوری دنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں اپنی جگہ حاصل کر چکی ہے۔ زبان کو سرحدوں سے باہر نکالنے والے عوامل کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بعض اوقات افراد کی دوسرے ممالک میں نقل مکانی' فاتح یا مفتوح کے ذریعے سے زبان سرحدوں کو عبور کرتی ہے۔ اس سلسلے میں سنسکرت کی مثال ادب کے حوالے سے دی جاسکتی ہے کہ مہا بھارت اور رامائن جیسی بڑی تخلیق نے سنسکرت کو ہندوستان سے نکال کر دنیا بھر کے ادب خانوں اور ادب دوستوں تک پہنچایا' جبکہ عربی زبان میں مذہب اسلام کی اشاعت وتبلیغ سے عربی مختلف قومیتوں اور جمعیتوں تک پہنچی۔

اب آخر میں ان امور کی طرف توجہ کرتے جن کے تحت زبان تبدیلیوں کے عمل سے گزرتی رہتی ہے۔ تبدیلی کا عمل زبان کی حرکت پذیری کو ممکن بناتا ہے اور حرکت پذیری زبان کی زندگی کا تعین کرتی ہے۔ زبان اسی صورت میں زندہ رہتی ہے جب دوسری زبانوں سے الفاظ' محاورہ' تلفظ اور رد وقبول کا عمل جاری رکھتی ہے۔ اگر یہ لسانی خوراک زبانوں پر بند کر دی جائی تو زبان بہت جلد اپنا وجود کھو دیتی ہے۔ اس کی مثال کے لیے سنسکرت جیسی بلند پایہ زبان کو سامنے رکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ برہمن آریاؤں نے جب عوام پر سنسکرت کے بولنے سننے کے دروازے بند کر دیے تو اتنی بڑی زبان لسانی تعصب کا بوجھ سہار نہ سکی اور یہ عمارت زمین بوس ہو گئی۔ بعض اوقات ہوتا یوں ہے کہ عوامی استعمالات کے باعث زبان میں تلفظ اور معانی کے تنوعات داخل ہو جاتے ہیں جنہیں نام نہاد ثقہ جاگیردار ''گنوار پن'' قرار دے کر ان الفاظ کی گردن زدنی کے لیے لٹھ لے آتے ہیں

اور چند علاقوں کے لہجوں اور ادائیگیوں کو معیار قرار دے دیتے ہیں۔ لسانیات کی رو سے ان تبدیلیوں پر غلط یا صحیح کا فتویٰ لگانا خالصتاً غیر لسانیاتی رویہ ہوتا ہے جس کی علمی حیثیت تو مانی جا سکتی ہے لیکن سائنسی حیثیت صفر ہوتی ہے۔ اس ساری بحث کو اس جملے میں سمیٹا جا سکتا ہے کہ زبان کسی بولی سے ترقی پا کر بنتی ہے۔ بعد میں یہ زبان مختلف علاقائی لہجوں اور دوسرے عوامل کے تحت چھوٹی چھوٹی بولیوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ یہ بولیاں قبیلوں کی تنہائی اور ثقافتی تقاطع کی صورت میں نمو پا کر ایک نئی زبان میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس طرح تعمیر و تخریب کا یہ سلسلہ رواں دواں رہتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ گیان چند جین، عام لسانیات، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی ۲۰۰۳ء، دوسرا ایڈیشن، ص ۶۹

۲۔ خلیل صدیقی، زبان کیا ہے، بیکن بکس، ملتان ۲۰۰۱ء، بار دوم، ص ۴۸۔۴۷

۳۔ گیان چند جین، اردو کے آغاز کے نظریے، مشمولہ اردو زبان کی تاریخ (مرزا خلیل بیگ) ایجوکیشن بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۰ء، طبع دوم، ص ۳۸

۴۔ خلیل صدیقی، زبان کیا ہے، ص ۱۲۴

۵۔ ایضاً۔ ص ۱۲۴

۶۔ ایضاً۔ ص ۱۲۵

۷۔ محمد حسین آزاد، سخندانِ پارس، مشمولہ: تین ہندوستانی زبانیں، از ڈاکٹر۔ کے۔ ایس۔ بیدی، کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد دہلی، ص ۹

۸۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، ہندوستانی لسانیات، مکتبہ معین الادب لاہور ۱۹۳۲ء، ص ۴۰۹

۹۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، لسانیات، زبان اور رسم الخط، مثال پبلشرز، فیصل آباد ۲۰۰۹ء، ص ۳۴

۱۰۔ مرزا خلیل احمد بیگ، اردو زبان کی تاریخ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ ۲۰۰۷ء، ص ۴۰۹

~~~~~~

مجلّہ: دریافت (ISSN # 1814-2885) شمارہ: (۱۲) جنوری دو ہزار تیرہ

ناشر: نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد۔ پریس: نمل پرنٹنگ پریس، اسلام آباد

رابطہ: شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ایچ/نائن، اسلام آباد

فون: 051-9257646-50/224,312 ای میل: numl_urdu@yahoo.com

ویب سائٹ: *http://www.numl.edu.pk/daryaft.aspx*

قیمت فی شمارہ: ۳۰۰ روپے۔ بیرون ملک: 5 ڈالر (علاوہ ڈاک خرچ)
~~~~~~

دریافت

شمارہ: ۱۲
(ISSN # 1814-2885)

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

شمارہ : ۱۲

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد